یکم نومبر ۱۹۱۲ء

خطبہ جمعہ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔ اَ یَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ۔ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ۔ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ۔ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ۔ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ۔ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ۔ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ۔ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ۔ كَلَّا لَا وَزَرَ۔ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ۔ یُنَبَّؤُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ۔ وَ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ۔

(القیامہ: ۲ تا ۱۶)

اور پھر فرمایا۔

اس سورۃ شریف میں اللہ تعالیٰ ایک فطرت کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتا ہے۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ

نے ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ تمہاری فطرت میں سب قسم کی نیکیوں کے بیج بو دیئے تھے۔ ان کو یاد دلانے اور ان کی نشوونما کے لئے قرآن کریم کو نازل کیا۔ وہ جو فطرتوں کا خالق ہے اس نے قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے۔

مسیحی لوگوں کو ایک غلطی لگی ہے۔ پولوس کے خط میں ہے کہ یہ شریعت اس وجہ سے نازل ہوئی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ تم شریعت کی پابندی نہیں بجالا سکتے۔ گویا شریعت کو نازل کر کے انسان کی کمزوری کا اس پر اظہار کرنا تھا۔ اس لئے پلید تعلیم دی گئی کہ نجات کی راہ شریعت کو نہ مانو بلکہ کسی اور شے کو مانو۔ میں نے بعض مشنریوں سے پوچھا ہے کہ جب شریعت کی پابندی تم سے نہیں ہو سکتی تو تمہارے جو اور قوانین ہیں ان کی پابندی تم کیسے کرتے ہو؟ ہر ایک انسان جب بدی کرتا ہے تو اس بدی کے بعد اس کا دل اس کو ملامت کرتا ہے کہ تو نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔

میں نے لوگوں سے اور اپنے نفس سے بھی پوچھا ہے۔ چنانچہ جواب اثبات میں ملا۔ چور کو چوری کے بعد ایسی ملامت ہوتی ہے کہ وہ چوری کے اسباب کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح ڈاکہ ڈالنے والے اور قاتل دونوں ارتکاب جرم کے بعد کہیں بھاگنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹا آدمی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کے بعد اس کو ملامت ہوتی ہے کہ یہ بات ہم نے جھوٹ کہی۔ غرض ہر بدی کے بعد ایک ملامت ہوتی ہے۔ جس بدی کو انسان کرتا ہے اس بدی کے متعلق اگر اس سے تفتیش کی جائے تو ایک حصہ میں چل کر وہ منکر ہو جاتا ہے۔ میں نے بعض چوروں سے پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کی چوری میں مال پر ہاتھ تو مشکل سے پہنچتا ہے۔ پھر کسی کے ہاتھ سے نکلواتے ہو' کسی کے سر پر رکھتے ہو' کسی سنار کو دیتے ہو کہ وہ زیورات وغیرہ کی شکل وہیئت کو تبدیل کر دے۔ اس نے کہا کہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم سنار کو سو روپے کی چیزیں پچھتر روپے میں دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر وہ سو روپے کی چیز ساٹھ روپے میں رکھ لے تو پھر تم کیا کرو۔ تو مجھے جواب دیا کہ ایسے حرامزادے' بے ایمان کو ہم اپنی جماعت سے نکال دیں گے۔ میں نے کہا کہ وہ بے ایمان بھلا کیسے ہو؟ کہنے لگا کہ چوری ہم کریں' مصیبت ہم اٹھائیں اور مال وہ کھا جائے تو پھر بھی اگر بے ایمان نہ ہوا تو اور کیا ہو گا۔ میں نے کہا اچھا! وہ سنار تو صرف تمہاری اتنی ہی سی مشقت برداشت کی ہوئی دولت کو غبن کر کے بے ایمان اور حرامزادہ ہو گیا' مگر تم جو اوروں کی برسوں تک مصیبت اٹھا اٹھا کر جمع کی ہوئی دولت کو چرا لاتے ہو بے ایمان اور حرامزادے نہیں؟ اس کا جواب مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔

اسی طرح میں نے ایک کنچن سے پوچھا کہ تم اس پیشے کو برا نہیں سمجھتے۔ کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ

اپنی بیوی سے زنا کر سکتے ہو۔ کہا کہ غیر کی لڑکی کو خراب کرنا اچھا نہیں۔ میں نے کہا کہ تم نے خراب کا لفظ بولا ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ جو لوگ تمہارے یہاں زنا کرنے کے لئے آتے ہیں کیا ان کے نزدیک وہ غیر کی لڑکی نہیں ہوتی؟

قیامت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیامۃ:۳)۔ اگر جزاء سزا نہ ہوتی تو نفس لوامہ تم کو ملامت ہی کیوں کرتا؟ نفس لوامہ قیامت کا ثبوت ہے۔

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکتے؟ اور ہڈیاں تو الگ رہیں ہم تو پوروں کی ہڈیوں کو بھی جمع کر دیں گے بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ۔ ہر ایک آدمی جب بدی کرتا ہے تو وہ اس کو بدی سمجھتا ہے تب ہی تو اس کو غالباً چھپ کر کرتا ہے۔

ایک شہر میں ایک بڑا آدمی تھا۔ مجھ سے اس کی عداوت تھی۔ مجھے خیال آیا' میں اس کے پاس گیا۔ وہاں لوگ جمع تھے۔ جوں جوں لوگ کم ہوتے جاتے' میں آگے بڑھتا جاتا تھا۔ جب سب لوگ چلے گئے اور دو آدمی' ایک اس کا منشی اور ایک شخص جو کہ میرے دوست تھے' رہ گئے تو اس نے میری طرف دیکھا اور کہا آج آپ کیسے آگئے؟ میں نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ لوگوں کو نصیحت کرنے والا کوئی نہیں۔ کوئی ناصح تو آپ کو نصیحت نہیں کر سکتا کیونکہ آپ بڑے آدمی ہیں۔ مگر ہر ایک بڑے آدمی کے لئے اس کے شہر میں کھنڈرات اس کے لئے ناصح ہوتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی یادگار نہیں۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب! میرے آگے آیئے۔ میں بہت آگے بڑھا۔ وہ مجھ کو اس کھڑکی کے بالکل پاس لے گیا جس میں بیٹھا کرتا تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ اور آگے ہو جایئے۔ میں اور آگے بڑھا۔ اس نے پھر کہا کہ اور آگے ہو جایئے۔ اور آگے تو کیا ہوتا۔ میں نے اس کھڑکی میں اپنے سر کو بہت قریب کر دیا۔ اس نے کہا کہ یہ جو آپ کے سامنے ایک محراب دار دروازہ نظر آتا ہے اس کا مالک میری قوم کا آدمی تھا اور وہ اتنا بڑا شخص تھا کہ ایک قسم کی سرخ چھتری جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا کرتا تھا تو اس کے اوپر لگا کرتی تھی اور میں سیاہ بھی نہیں لگا سکتا۔ اب اس کی بیوی میرے گھر میں برتن مانجھنے پر ملازمہ ہے۔ یہ بھی سن لیجئے کہ میں اپنے اس تخت کو چھوڑ کر' جو آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے' ہمیشہ اس کھڑکی میں بیٹھا کرتا ہوں۔ مگر اس تخت کو چھوڑنے اور اس کھڑکی میں بیٹھنے کی حقیقت مجھے آج ہی معلوم ہوئی ہے۔ پھر جب کچہری کا وقت ہو گیا میں اسی جوش میں کچہری گیا۔ رئیس شہر اکیلا تھا۔ میں نے وہی بات کہی تو رئیس نے مجھے ایک قلعہ دکھلایا اور کہا کہ یہ اس شہر کے اصل مالک کا ہے جو اب کسی ذریعہ سے ہمارے قبضہ میں آگیا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ یہ پہاڑ جو آپ کے سامنے موجود ہے اس کا نام دھارا نگر ہے۔ اس پر اتنا

بڑا شہر آباد تھا کہ ہمارے شہر کی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی۔ یہ مجلس بھی میرے لئے ہر وقت نصیحت ہے اور جہاں ہم راج تلک لیتے ہیں وہاں تمام اردگرد کچے مکانات اصل مالکوں کے ہیں اور یہ تین ناصح ہروقت نصیحت کے لئے میرے سامنے موجود رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھے۔

جب خدا پکڑتا ہے تو پھر کوئی نہیں بچا سکتا۔ یاد رکھو جیسے گناہ کرتے ہو ان کی سزا پانے والے تمہاری آنکھ کے سامنے ہوتے ہیں، پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

ہمارے یہاں تمہارے جھگڑے فیصلہ نہیں پاتے۔ کچھ لوگوں نے عذر کیا ہے اور کچھ ابھی باقی ہیں۔

(بدر حصہ دوم۔ کلام امیر۔ ۲۸ / نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۵ تا ۸۷)

☆-☆-☆-☆